پہلی ایشین چیمپئن "کھلاڑی وزیر اعظم" سے مدد کی منتظر

تحریر: سہیل احمد لون

پاکستان کرکٹ ٹیم اس وقت انگلینڈ میں آئی سی سی کے بارہویں عالمی کپ کے حصول کے لیے اپنی قسمت آزمائی کر رہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ کرکٹ ایک ایسا کھیل ہے جو ہمیں ایک قوم بنا دیتا ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ کرکٹ میں جیتنے کے لیے عوام جتنی دعائیں کرتی ہے کسی اور کھیل کو اب تک نصیب نہیں ہوئیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ صرف کرکٹ پر ہی ساری توجہ مرکوز کیوں کرتے ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو T20 کے علاوہ پاکستان کرکٹ ٹیم کی رینکنگ بھی اتنی بہتر نہیں مگر اس کے باوجود حکومت کی طرح میڈیا بھی کرکٹ کو ہی شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ شاید یہ میڈیا کی کرکٹ پر شفقت اور دیگر کھیلوں سے ناانصافی ہے کہ اس نے عوام میں ایک ہی کھیل کو مقبول کرنے میں اپنی ساری توانائی صرف کر دی ہے۔ حالانکہ پاکستان دیگر کھیلوں میں بھی اچھی کارکردگی دکھا رہا ہوتا مگر میڈیا کی کوریج اور حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے اسے مقبولیت نہیں ملتی اور بہت سے کھلاڑی حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے کھیل کے میدان میں آگے بڑھنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ماضی میں حسین شاہ باکسر نے 1988 سیئول اولمپکس میں کانسی کا تمغہ جیتا مگر اسے پزیرائی اور حکومتی سرپرستی نہ ملی جس کے بعد وہ ملک چھوڑ کر جاپان چلا گیا، محمد یوسف اور محمد آصف اپنے بل بوتے پر سنوکر کے عالمی چیمپیئن بنے مگر ان کو بھی انعامات دینے کے وعدے کیے گئے مگر وعدے سیاسی ثابت ہوئے۔ قومی کھیل ہاکی کو بھی نظر انداز کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم اولمپکس اور عالمی کپ کے لیے کوالفائی کرنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ 1992ء کے اولمپکس میں ہاکی میں آخری مرتبہ کانسی کا تمغہ اور 1994ء میں آخری مرتبہ سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ اسی طرح سکواش میں بھی جان شیر خان کے بعد کوئی کھلاڑی عالمی ٹائٹل نہ جیت سکا۔ لاہور کے متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والے نوید بٹ پولیو کا شکار ہونے کے باوجود اپنی مدد آپ کے تحت باڈی بلڈنگ میں عالمی چیمپئن بنا مگر حکومتی سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے آج کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔

ریسلنگ میں ہمارا خطہ رستم زماں گاما پہلوان سے لیکر جھارا' گوگا گوجرانوالیہ' عبدالمجید ماڑوالا ایشین چیمپئن' شیدا پہلوان چیمپین منیلا' عظیم جی چیمپئن ایشیا اور کالا پہلوان ہیرو نمبر 1 جیسے نامور پہلوانوں نے ہر دور میں بین الاقوامی معیار کو برقرار رکھا۔ جھارا پہلوان کی وفات کے بعد ریسلنگ بھی دفن ہو گئی۔ انسانی حرکات و عادات میں نسل اور جینز کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والی شازیہ کنول بٹ جن کا تعلق رستم زماں گاما پہلوان کے خاندان سے ہے اور انہوں نے اس تعلق کو ثابت بھی کر دیا ہے۔ پیشہ وارانہ مہارت ضروری نہیں کہ مرد میں ہی نسل در نسل منتقل ہو۔ گذشتہ برس کا اختتام شازیہ کنول بٹ اور پاکستان کے لیے کم از کم ریسلنگ کے میدان میں اتنا برا نہیں رہا۔ روس کے شہر ماسکو میں منعقد ہونے والی ماس ریسلنگ ورلڈ کپ کے لیے شازیہ کنول بٹ نے پاکستان کی نمائندگی کی جہاں ستر ممالک کے ریسلرز نے حصہ لیا۔ شازیہ کنول بٹ پاکستان کی پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ریسلنگ کے کسی بین الاقوامی ٹورنامنٹ حصہ لیا۔

شازیہ کنول بٹ نے 2013ء میں ویٹ لفٹنگ اور پاور لفٹنگ سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ 2013ء میں پہلی مرتبہ نیشنل ویٹ لفٹنگ میں حصہ لیا اور کانسی کا تمغہ جیتا۔ جنوبی پنجاب کے شہر وہاڑی سے تعلق رکھنے والی اس لڑکی نے بین الاقوامی مقابلوں میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کا خواب اپنی آنکھوں میں سجایا۔ جنوبی پنجاب میں عورتوں کے لیے فیڈریشن کی طرف سے کوئی باقاعدہ جم، ویٹ لفٹنگ کلب اور خاتون ٹرینرز کی کوئی سہولت میسر نہیں۔ شازیہ کنول بٹ کے بڑے بھائی سہیل بٹ بھی ریسلنگ اور پاور لفٹنگ میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ انہوں نے گھر میں ہی محدود وسائل اور فٹنس کے جدید آلات کی سہولیات کے بغیر ہی اپنی بہن کی ٹریننگ کی۔ شازیہ کنول بٹ کی محنت، لگن اور جنون کا ثمر یہ نکلا کہ 2015ء میں عمان میں ہونے والی وومنز ایشین پاور لفٹنگ میں پاکستان کے لیے سونے کا تمغہ 142 کلوگرام کی کیٹیگری میں جیت کر پہلی مسلم خاتون ایشین چیمپین بنی۔ گاما پہلوان کے خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے بیگم کلثوم نواز نے انہیں تین لاکھ روپے بطور انعام دیے جس کے شازیہ کنول بٹ نے فٹنس کے کچھ آلات خرید لیے تھے۔ عمان میں کھیلے گئے وومنز ایشین پاور لفٹنگ گیمز میں انتظامیہ نے انکے حجاب پہن کر ویٹ اٹھانے پر اعتراض کیا جس پر شازیہ کنول بٹ نے کہا کہ وہ حجاب کے بغیر ویٹ اٹھانے نہیں آئیں گی۔ جس کے بعد انتظامیہ کی ایک طویل میٹنگ ہوئی اور شازیہ کنول بٹ کے احتجاج کی وجہ سے ایک نیا بین الاقوامی قانون بن گیا کہ حجاب پہن کر بھی ویٹ لفٹنگ، پاور لفٹنگ کے مقابلوں میں حصہ لیا جا سکے گا۔ پاور لفٹنگ میں ایشین چیمپین بننے کے بعد شازیہ نے ریسلنگ کی تربیت بھی شروع کردی۔ ماسکو میں ہونے والے ماس ریسلنگ ورلڈ کپ میں حصہ لینے کے لیے شازیہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان پاور لفٹنگ فیڈریشن یا ریسلنگ فیڈریشن نے کسی قسم کی مالی معاونت نہ کی۔ اپنی فیملی اور دوستوں کی مالی مدد سے وہ روس تک پہنچی، صبح کا ناشتہ کرنے کے بعد 10 گھنٹے بھوکا رہنا پڑتا کیونکہ اتنے وسائل نہ تھے کہ تین وقت کا کھانا اور پینے کے لیے وافر مقدار میں پانی خرید سکتیں۔ ماسکو میں جس سستے سے ہوٹل میں قیام کیا وہاں قریب حلال فوڈ خریدنے کی کوئی سہولت نہ تھی، حلال فوڈ کے لیے ہوٹل سے ٹیکسی پر جانا پڑتا جسے وہ صرف 24 گھنٹے میں ایک مرتبہ یعنی رات کے کھانے کے لیے afford کر پاتی۔ بھوکے پیٹ شازیہ کا چوتھی پوزیشن پر آنا کسی سونے کے تمغے سے کم نہیں۔ وہ اس وقت بھی پاور لفٹنگ اور ریسلنگ کی تربیت کے جدید آلات سے محروم ہیں۔ 2018ء فروری میں روس میں ماس ریسلنگ کے لیے پاکستان کی نمائندگی کی اور چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ گرین شرٹ پہننے کے باوجود سرکاری سرپرستی سے محروم ہیں۔ پاکستان کا کوئی ادارہ کیا اس قابل نہیں کہ ان کو ملازمت کی آفر کرے تاکہ انکو اپنی خوراک کا مسئلہ تو حل ہوتا نظر آئے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ کرکٹ کے کھلاڑی جہاں بھی کھیلنے جائیں انکو بزنس کلاس میں ہوائی جہاز کے ٹکٹ دیے جائیں، فائیو سٹار ہوٹل میں قیام اور بہترین خوراک کے ساتھ انکی سیر و تفریح کا بھی خیال رکھا جائے۔ اس کے برعکس ایک خاتون ریسلر اور پاور لفٹر کو قرضہ لے کر سستی ترین ایئر لائن میں سفر کر کے حصہ لینا پڑتا ہے۔ اگر حکومتی سرپرستی اور میڈیا کی پزیرائی صرف کرکٹ تک ہی محدود ہو کر رہ گئی تو حسین شاہ جیسے باکسر، شہباز احمد، سمیع اللہ، حسن سردار، شہناز شیخ جیسے ہاکی کے لیجنڈز، جھارا جیسے پہلوان، جہانگیر خان اور جان شیر خان جیسے سکوائش کے عظیم کھلاڑی، محمد یوسف اور محمد آصف جیسے سنوکر کے چیمپئن قوم دیکھنے سے محروم ہی رہے گی۔ کھیل اور فن و ثقافت کے ذریعے ہم دنیا میں اپنی سافٹ امیج دوبارہ بحال کر سکتے ہیں۔ محترمہ بینظیر بھٹو شہید جب 1988ء میں وزیر

اعظم بنی تو یہ ہمارے لیے ایک اعزاز کی بات تھی کہ وہ پہلی مسلم خاتون تھیں جو کسی اسلامی ملک کی سربراہ بنی۔ شازیہ بھی پہلی مسلم خاتون ہیں جو ایشن چیمپئن بنی اور پاکستان سے پہلی خاتون ریسلر کا اعزاز بھی اب تا حیات ان کے نام کے ساتھ جڑا ہے گا۔ شازیہ نے اب تک وہ کر دکھایا ہے جو نون لیگ کی شیرنیوں، پیپلز پارٹی کی جیالیوں اور تحریک انصاف کی ٹائیگریسز نے نہیں کیا۔ حکومت پاکستان کو چاہئے کہ جنوبی پنجاب کے چھوٹے شہروں میں بھی کھیلوں کے فروغ کے لیے فنڈز مہیا کرے۔ پاکستان پاورلفٹنگ فیڈریشن کو بھی کم از کم اپنے کھلاڑیوں کا کسی بیرون ملک مقابلے کے دوران رہائش، کھانے اور سفری سہولیات دینے کی ذمہ داری اٹھانی چاہیے۔ کنول شازیہ بٹ جون 2019ء آذربائیجان میں منعقد ہونے والے ماس ریسلنگ عالمی کپ میں شرکت کے لیے جا رہی ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان ماس ریسلنگ فیڈریشن نے انکو مقابلے میں شرکت کرنے کی خوش خبری والا خط تو بھیج دیا ہے مگر اس کے اخراجات اٹھانے کی حامی نہیں بھری۔ کنول شازیہ بٹ نے ڈپٹی کمشنر وہاڑی کو دو لاکھ روپے کی گرانٹ کے لیے عرضی لکھی جس کے ساتھ وہی سلوک ہوا جو کرکٹ کے علاوہ دیگر کھیلوں یا کھلاڑیوں سے کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی اصل شیرنی کو اگر مناسب سہولیات اور سرکاری سرپرستی ملے تو آذربائیجان میں ہونے والے ماس ریسلنگ ورلڈ کپ اور 2020ء کے اولمپکس میں پاورلفٹنگ میں 185 کلوگرام کی کیٹیگری اور وومن میں سونے کے تمغے یقینی ہونگے۔ پاکستان کی یہ ہونہار کھلاڑی اس وقت کھلاڑی وزیر اعظم کی طرف دیکھ رہی ہے کہ شاید ایک بار اُسے پھر ورلڈ چیمپئن بننے کا موقع سرکاری سرپرستی میں مل سکے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohaillloun@gmail.com

30-05-2019